

تہذیبی روایات کا مکالمہ

ڈاکٹر انیس احمد °

۱۹۷۹ء میں ایران کا اسلامی انقلاب کئی پہلوؤں سے امت مسلمہ اور خصوصاً اسلام کی تحریکی فکر رکھنے والے افراد کے لیے نفاذِ اسلام کی ایک نوید بن کر ابھرنا۔ تاریخی نقطہ نظر سے علاماتی (symbolic) خلافت عثمانیہ کے زوال سے جو دُور شروع ہوا، اس میں امت مسلمہ اپنے مستقبل اور اختیار و قوت کے دوبارہ حصول کے لیے مسلسل سرگردان رہی۔ چالیس کی دہائی سے مسلم ممالک میں سیاسی آزادی کا دُور شروع ہوا اور یہ امید بندھی کہ پاکستان، اندونیشیا اور شرق اوسط کے بہت سے ممالک سیاسی آزادی کے ساتھ شفاقتی اور نظریاتی آزادی بھی حاصل کر لیں گے، لیکن یہ امیدیں بڑی حد تک ناتمام رہیں۔ اس پس منظر میں ایرانی انقلاب اسلامی قتوں کے لیے غیر معمولی طور پر اپنی جدوجہد پر اعتماد میں اضافہ کا باعث ہنا۔ تحریکات اسلامی کے قائدین نے نہ صرف ذاتی بلکہ اجتماعی طور پر ایران میں طاغوتی ملوکیت کے خاتمه اور اسلامی نظام کے قیام کے عزم کو خوش آمدید کہتے ہوئے نہایتہ افراد کے وفد کی شکل میں تہران جا کر امام خمینی کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ یورپ اور امریکہ میں بنے والے مسلمانوں نے یہ جانتے کے باوجود کہ وہ ایک غیر اسلامی معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں، اسلامی انقلاب کی کھل کر حمایت کی۔

یہ انقلاب ان قتوں کے لیے سخت تشویش کا باعث بن جو ایران کو اپنی میں الاقوامی سیاست کا سب سے زیادہ مستحکم ستون سمجھتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کے پیشتر ممالک نے اسے لادینی جمہوریت، اباختیت اور مغرب زدگی کے لیے ایک ”بنیاد پرست“ خطرہ قرار دیتے ہوئے پورے خطے کے لیے ایک نئی حکمت عملی وضع کرنی شروع کی۔ اسی دوران ایرانی طلبہ کی جانب سے (پاسداران انقلاب کے تعاون سے) امریکی سفارت خانے کے عملی کویر غمال بنانے کے واقعے نے ایران کے خلاف امریکی جذبات کو مشتعل کرنے اور ایران میں امریکہ

کے خلاف نفرت اور غصہ کو بھڑکانے میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ بعض قوتوں کے لیے ایک منطقی ضرورت ہو لیکن اس ایک واقعہ کے اثرات معاشی، سیاسی اور جذباتی سطح پر ایران کے حوالے سے پورے عالم اسلام پر پڑے۔ اس مفروضہ کو حقیقت مانتے ہوئے کہ اسلام اور مغربی سامراجی طاقتون کے درمیان کوئی مکالمہ اور تبادلہ خیال، اقبالہ روت کے علاوہ نہیں ہو سکتا، نہ صرف ایران بلکہ دیگر مسلم ممالک کے خلاف بھی معاشی اور سیاسی پابندیوں کا حریم استعمال کیا گیا۔

اس حکمت عملی کا رد عمل واضح تھا۔ چنانچہ ہر دو جانب سے زبانی جگ اور موقع ملنے پر ایک دوسرے کو یہ کہ پہنچانے کی کوششیں ہوتی رہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس دوران میں نہ صرف مغربی سامراج بلکہ خود ایران میں زمینی حلائق کے پیش نظر ایک نئی حکمت عملی وضع کرنے پر بھی غور ہوتا رہا۔ داخلی حالات نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ یہ عمل سرعت سے ہو، لیکن نئی صدی کے آغاز پر صدر خاتمی کی ایرانی قیادت نے غیر معمولی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھوٹے اور بڑے ”شیاطین“ کے ساتھ بھی مکالمہ کو ممکن قرار دیتے ہوئے اس کے آغاز کی طرف پیش قدی کا اعلان کیا۔

مغربی سامراج اور اہل فکر نے بھی اس دوران اپنے موقف پر واضح نظر ثانی کی کوشش کی۔ چنانچہ ایران کی قیادت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا کہ ”ماضی کی تلخ یادوں کو دفن کیا جائے اور اگر ایران نئی صدی میں کوئی تعمیری کردار ادا کرنا چاہتا ہے تو عالم گیریت (globalization) کی حقیقت کو مانتے ہوئے اپنے رویے میں تبدیلی کرے، نعروں کی نفیات سے اپنے آپ کو آزاد کرے، اپنے تیل کے ذخائر پر جماعتی و فخر پر نظر ثانی کرے، اپنے عوام کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مغرب کے ساتھ تجارتی تعاون پر غور کرے اور خاص طور پر خود پیدا کردہ اندرومنی معاشی اض郇ال کو کسی بیرونی ”شیطان“ کے سرمنڈھنے کی کوشش ترک کرے۔“

مغربی پالیسی سازوں کا کہنا یہ ہے کہ تیل فروخت کرنے والی اقوام کو تیل خریدنے والی اقوام کی خواہشات کا احترام کرنا ہو گا اور [نام نہاد] جدید معاشی نظام (N.E.O) میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لیے اسے اپنی انا کا مسئلہ بنائے بغیر بعض نیادی سمجھوتے (adjustment) کرنے ہوں گے۔

ابھی حال ہی میں ایران کی وزارت خارجہ کے زیر انتظام تہران میں منعقدہ ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کے دوران میں نے محسوس کیا کہ ایران کے پالیسی ساز مغربی مفکرین کے ان خیالات کو خل اور صبر کے ساتھ سننے کے بعد ایک نسبتاً زیادہ عملی (pragmatic) حکمت عملی وضع کرنے پر آمادہ نظر آ رہے ہیں۔ اسلامی فقہ کا ایک مستقل مضمون سیاست شرعیہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بدلتے حالات میں شریعت کے ابدی، کلی اور جامع اصولوں کی مدد سے کس طرح ایک نئی صورت حال کا حل تلاش کیا جائے۔ مصلحت عامہ کا اصول

بھی (جسے مصالح مرسلہ بھی کہا جاتا ہے) وسیع تر حکمت کے پیش نظر، شریعت کی بالادستی قائم رکھتے ہوئے، ایک صورت حال کا حل تلاش کرنے میں مدد کرتا ہے۔

بے ایس ہمہ اس طرح کی صورت حال میں چند بنیادی سوالات زیادہ اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔ اولًا ایک نظریاتی انقلاب کی مدعی جماعت کے لیے اصل اہمیت طویل المیعاد ہدف و حکمت عملی کی ہے یا قلیل المیعاد اور فوری حصول منفعت کی؟ اور کسی فوری اور قلیل المیعاد مقصد کے حصول کے لیے کس حد تک اصل ہدف کو وقت طور پر نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ ثانیاً عملیت پسندی (pragmatism) کی سرحدیں کہاں تک ہیں؟ ایک حدیث نبویؐ میں جہاں حلال اور حرام کے بین ہونے کے ساتھ ساتھ مشابہات سے اعراض کا حکم دیا گیا ہے، اس کی روشنی میں "اضطرار" اور "ضرورت" کی حدود کا تعین کس طرح کیا جائے؟ غالباً مادی طور پر ایک مستحکم فریق کے ساتھ مادی طور پر ایک غیر مستحکم فریق کے مکالمے اور احترام مفادات کی شکل کیا ہوگی؟

یہ امر بھی غور و فکر کا متناظر ہے کہ عالم گیریت (globalization) اور یک قطبی (unipolar) قوت ہونے کی دعوے داریاں است کے ساتھ معاشری تعلقات کا تاثنا بانا کیا صرف معیشت کے میدان تک محدود رہے گا یا غالب معاشری قوت کی ثقافت، اس کی اقدار حیات، اس کا طرزِ زندگی اور مقصد حیات، محسوس اور غیر محسوس اثرات بھی معاشری سرگرمی اور تعلقات کے ہمراہ سرحدیں پار کر کے کم تری یا نافرمانی کا پر اثر انداز ہوں گے؟ حقیقت واقعی یوں ہے کہ ابلاغ عامہ کے انقلاب نے جغرافیائی سرحدوں کو اضافی بنا دیا ہے اور ثقافتی اثرات، ایسے مقامات پر بھی جن کے نظریاتی ثقل کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ ایک معمولی مشاہدہ جو میں نے خود کا نفرنس کے دوران کیا، یہ تھا کہ بعض ایرانی خواتین روایتی "مانتو" (سیاہ چادر) تو لازماً استعمال کر رہی تھیں، جس سے وہ تمام شرعی تقاضے پورے ہو رہے تھے، جو ایک مسلمان خاتون کی بھیجان کے جاسکتے ہیں، لیکن گذشتہ دس سال کے عرصے میں اس چادر کی پیاریش میں قابل محسوس فرق واقع ہوا ہے۔ انقلاب کے فوراً بعد یہ ٹخنوں بلکہ پاؤں تک تھی جب کہ آج یہ نصف پنڈلی پر آ گئی ہے جس کی بنا پر جیز جو پہلے مکمل طور پر چھپ جاتی تھی، غیر ثقافت کے اثرات کی چغلی کرتی نظر آتی ہے (یہاں صرف اس پہلو کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہ شدت جو ہر صورت دین کا جزو پہلے بھی نہ تھی اب وسعت میں تبدیل ہوتی نظر آتی ہے اور اس بنا پر ان طبقات کی پریشانی، جو دین کو غلو اور شدت ہی کے تناظر میں درست سمجھتے ہیں، کسی تعارف کی محتاج نہیں)۔

ایرانی طرزِ عمل اور طرزِ فکر میں محسوس یا غیر محسوس طور پر سامنے آنے والی اس تبدیلی کے ثبت اور منفی اثرات نہ صرف ایران بلکہ ان تمام افراد پر پڑیں گے جو ایران کے انقلاب کو ایک شیعی انقلاب کے تصور سے بلند ہو کر عالمی تناظر میں اسلام اور طاغوت کی کش کمکش کا مظہر سمجھتے رہے ہیں۔ واضح رہے کہ قدامت پسند لیکن

بان اختیار حلقوں میں ایسی کسی تبدیلی کی مضبوط مخالفت بھی موجود ہے۔ خود تحریکات اسلامی کے لیے بھی یہ صورت حال لحی فکر یہ فراہم کرے گی کہ نظریے سے مکمل وفاداری اور اصولیت کے باوجود وہ کون سے دائرے ہیں جہاں ”عمدیت“ اختیار کرنی ہوگی اور کس طرح ایک ایسی حکمت عملی وضع کی جائے گی جو تحریکات اسلامی کی نظریاتی اساس اور امتیاز کو تخلیل کیے بغیر ان کے دور راستہ اهداف کے حصول میں مددگار ہو سکے۔

اسلام کا مزاج اصلًا دعویٰ اور اصلاحی ہے، اس لیے مکالمہ اس کی بنیادی ضروریات میں شامل ہے۔ حتیٰ کہ اسلام کے سخت ترین دشمن سے بھی مکالے کے ذریعہ تعلق پیدا کرنا فرائض دوست میں شامل ہے۔ اس کی واضح مثال اللہ تعالیٰ کا اپنے سچے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا ہے کہ جاؤ اور فرعون کو دعوت اسلام دو، وہ حد سے گزر گیا ہے، اور یہ بات بھی واضح فرمادی تھی کہ اس مکالے کا مزاج اور انداز متشدد نہ ہو بلکہ ”قول لین“، انتہائی مناسب اور نرم انداز گفتگو اختیار کیا جائے تاکہ وہ ہدایت کی طرف آسکے۔ گویا شرک اور طاغوت سے نفرت تو کی جائے گی لیکن مشرک اور طاغی کو مسلسل مکالے کے ذریعہ حق کی دعوت دی جاتی رہے گی۔ بیہاں نفرت شرک سے ہے، مشرک سے نہیں۔

مغرب سے جس مکالمہ کی طرف صدر خاتمی نے اپنی متعدد گفتگوؤں میں اشارہ کیا ہے ہمیں اس کی اخلاقیات کے تعین کے لیے بھرپور طور پر قرآن و حدیث سے مدد لینی ہوگی اور واضح اصول اور نظریاتی بنیادوں پر اس نکے خدو خال کا تعین کرنا ہوگا۔ اسلام کا دعویٰ مزاج مطالبة کرتا ہے کہ اسلامی فکر و عقیدہ، شفاقت اور معاشرت کی ترویج و تحفظ پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا جائے، ہاں فکر و عقیدہ کی مکمل آزادی کے ساتھ دیگر اقوام اور تہذیبیوں کے ساتھ پر اعتماد طور پر مکالمہ اور تبادلہ خیالات اسلامی دعوت کے منشور کا لازمی جزو ہے۔ چنانچہ اہل کتاب کے حوالہ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ آہا اے اہل کتاب، ہم کیوں نہ ایک مشرک بنیاد سے اس مکالمہ کا آغاز کریں اور دیکھیں کہ کن معاملات میں تعاون ہو سکتا ہے اور کن معاملات میں اختلاف کے باوجود ایک احترام کا تعلق قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس مکالمہ کو نظری سٹھن سے آگے بڑھاتے ہوئے معاشرتی سٹھن پر قیامت تک کے لیے عملنا قائم کر دیا گیا اور نہ صرف اہل کتاب کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے کو جو مکالمہ اور تبادلہ خیالات کا ایک موثر ذریعہ ہے، جائز قرار دیا گیا بلکہ ان کے ساتھ معاشرتی تعلق، جس میں سب سے زیادہ قریبی تعلق شوہر اور بیوی میں ہو سکتا ہے، ممکن قرار دیا گیا۔ چنانچہ مسلمان مرد کو کسی اہل کتاب خاتون سے نکاح کی اجازت اس جانب ایک ثابت اور عملی اقدام کی حیثیت رکھتی ہے۔ یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور عقیدہ کے تحفظ کے لیے ایک مومنہ کے کسی اہل کتاب مرد سے نکاح کی ممانعت بھی کر دی گئی ہے۔

ہمیں اپنے تجربہ میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میثاق مدینہ میں اس مکالے کے لیے کون سے اصول طے فرمائے تھے۔ بالخصوص انسانی حقوق اور معاملات کے حوالے سے میثاق مدینہ یہ بات واضح کر دیتا ہے کہ میں الاقوامی تعلقات میں انسانی جان اور عزت کا احترام ایک قدر مشترک ہوگا۔ نہ صرف یہ بلکہ میں الانسانی مساوات کے اصول کی بھی پیروی کی جائے گی۔ قرآن کریم نے یہ بات بھی متعین کر دی ہے کہ مقامات عبادت خواہ وہ مسجد ہو کیسا ہو یا سینا گاگ اور تمپل، امت مسلمہ ان کے تحفظ اور آزادی کے لیے ہمیشہ اپنے وسائل کا استعمال کرے گی۔ اس عمومی پس منظر میں دوسری جانب ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ عالم گیریت کے نام پر کس طرح مغربی سامراجی طاقتیں اپنی پسند کی معيشت، معاشرت اور ثقافت کو تمام انسانوں کے لیے معیار قرار دیتے ہوئے دوسروں پر مسلط کرنا چاہتی ہیں۔

مزید یہ کہ با دی النظر میں عالم گیریت کے نام پر جو تہذیب و ثقافت اور معاشرت دیگر ممالک پر برضاو رغبت یا بالحیر مسلط کی جا رہی ہے، کیا یہ انسانی حقوق پر ایک حملہ نہیں ہے؟ ایک بامعنی ثقافتی مکالے کے آغاز سے پہلے ہمیں اس ثقافتی یلغار کی گرفت اور اس کے وسیع اثرات و مضرات کا اندازہ کرنا ہوگا۔ یہ اور دیگر متعلقہ پہلو ہمیں مزید غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

غزالی ایجوکیشن ٹرست کو پناب بھر میں پھیلنے ہوئے اپنے تعلیمی نیتیں درک کیلئے ہم غریم، خصی اور جلگھی صلاحیتوں کے حامل تحریکی نوجوان درکار ہیں۔ امیت کا اخترا نمایہ دار ان کی پیشہ و رانہ ذگری معاشرہ جنگی میں مسلط اور تحریری مذہبی نیت و اغرو یو پر ہوگا۔

تعلیمی قابلیت	اضافی قابلیت	عمر کی حد
ایم ایس سی/ ایم اے (ایم اے ایجوکیشن/ انگریزی قابل ترجیح)	ایم ایڈیشن/ بنی ایڈیشن	30 سے 40 سال

No	Dept.	Region	Vacancies
1.	Teacher's Training	Lahore	02
2.	Educational Management	Rawalpindi/Multan	02
3.	Administrator (Residential Institute)	Lahore/Islamabad	02

درخواستیں ارسال کرنے کی آخری تاریخ 5 مئی 2001ء درخواست کم از کم CV/Bio Data اور ایک لکھنی تصویر پر مشتمل ہوں

ایڈمن آفیسر: غزالی ایجوکیشن ٹرست F-66، ماؤنٹ ناؤن لاہور
فون: (042) 5882939; ایمیل: getpak@hotmail.com
Website: www.ghazali.edu.pk